© rasailojaraid.com

روسی عورت کی حالت زار

ترجمہ و حواشی: ریاض الحسن نوری صاحب

مشہور عالم ہفتہ وار انگریزی رسالہ نیوز ویک بابت ۱۶ اپریل ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں ایک مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے The Plight of Soviet Women یعنی سویٹ روس کی عورتوں کی حالت زار"۔ ہم ذیل میں اس کا مختصر ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ تفصیلات کے لئے ناظرین اصل مضمون کی طرف مراجعت فرمائیں یہ رسالہ لکھتا ہے:۔

"سویٹ روس میں کہنے کو تو عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں لیکن مردوں کے طرز عمل میں اس برابری کا کوئی احساس نہیں پایا جاتا۔ نہ ہی عورتوں میں کوئی خوشی نصیب ہوئی ہے۔ بلکہ الفاظ کے برعکس بڑے بڑے عہدے صرف مردوں کے لیے ہیں جبکہ زیادہ تر عورتوں کے لیے وہی پرانی قسم کی ملازمتیں ہیں جیسے سکول میں بطور استانیوں کے تعلیم دینا۔ عورتوں کی اکثریت کو اپنے خاوندوں سے بچوں کی پرورش یا گھر کے کام کاج میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ طلاقوں کی بھرمار ہے۔ جس کی وجہ مردوں میں شراب کے استعمال کی کثرت ہے۔ عورتوں کو خاوند ملنے میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں اور کچھ عورتوں نے تو ناامید ہو کر بالکل کوشش ہی ترک کر دی ہے۔

روسی عورتوں کی سب سے بڑی مشکل دوہرا بوجھ ہے۔ ایک تو انہیں فل ٹائم پوری ملازمت کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے گھر کا سارا کام اور دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ بہت سی عورتوں کا دن صبح سویرے بس میں سوار ہو کر دفتر جانے سے شروع ہوتا ہے پھر لنچ کے وقت میں شاپنگ کے لیے لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ پھر رات کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھانا پکانا پڑتا ہے۔ بچوں کا کام ان کو سلانا اور پھر گھر کی صفائی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

روسی مردوں کی شراب کی عادت گھر میں ناچاقی کی سب سے بڑی وجہ ہے روس میں ۵۰ فیصد شادیوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ ریسرچ سے پتہ چلا ہے کہ آدھے گھروں کی بربادی کی وجہ شراب نوشی ہے۔ ماسکو کی ۴۲ سالہ خاتون نے کہا کہ شراب نوشی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اس خاتون کا نام لینا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میرا گھر ہے۔ میں خود اپنی دیکھ بھال کر سکتی ہوں تو میں کیوں ایسے مرد سے شادی کروں جو شراب پیتا ہو؟ لہ

روسی اخبار SOVETSKAYA ROSSIA نے حال ہی میں لکھا کہ روس میں ایک نئی تعلیم یافتہ باہمت ملازمت پیشہ خواتین کا طبقہ پیدا ہو رہا ہے۔ ان کی عام شکایت یہ ہے۔ کہ ان کو برابر کے مرد نہیں ملتے۔ اخبار نے ایک خاتون کا حوالہ دیا جس کا نام گیلیا ہے۔ یہ یونیورسٹی میں ادب پڑھاتی ہے اور اس کی تصنیفات بھی چھپ چکی ہیں۔ اس کا اپنا مکان اور کار ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ہر شخص مجھے کہتا ہے۔ کہ میں کتنی خوش قسمت ہوں۔ اس کے بعد اس نے آہ بھر کر کہا کہ لیکن ایسی کوئی راہ نہیں ہے کہ میری شادی ہو سکے میرے لیے کوئی

لہ یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ آج بیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ روسی خواتین مردوں سے محض اس وجہ سے شادی سے انکار کر رہی ہیں کہ وہ شراب پیتے ہیں۔ گویا شراب کے نقصانات اور اس کی حرمت کے قرآنی احکام کا اعجاز چودہ سو سال بعد بھی ایک ملحد اور منکر خدا معاشرہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ پس جہاں قرآن کی حقانیت ثابت ہو رہی ہے وہاں ان تمام مذہبی مغربی مذاہب۔ کلچروں۔ تہذیبوں اور ازموں کی نامعقولیت اور حماقت بھی ثابت ہو رہی ہے جن کی تہذیب میں شراب کا رواج عام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین یعنی اللہ چاہتا ہے کہ اپنے قول کو اپنی باتوں سے سچا ثابت کر دے اور کافروں کی غلطی ثابت ہو جائے۔ ان کا ابطال ہو جائے۔ پھر باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق یعنی ہم سچائی کو باطل پر دے مارتے ہیں۔ جس سے باطل کا سر ٹوٹ جاتا ہے اور وہ فنا ہو جاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہے۔

تعلیم یافتہ خواتین کو اپنے قابل خاوند نہیں ملتے۔ دن بدن زیادہ سے زیادہ عورتیں شادی سے ناامید ہوتی جا رہی ہیں۔ لیکن انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ ماں ضرور بنیں گی۔ حال ہی میں مذکورہ بالا روسی اخبار کو ایک غیر شادی خاتون [illegible] کا جو انجینیر ہیں یوکرین سے خط لکھا کہ وہ اور اس کے ساتھ ملازمت کرنے والی عورتیں شادی کی عمر کی ہیں لیکن ان کو کوئی شہزادے یا نائٹ نہیں ملتے۔ وہ لکھتی ہے کہ بہت سی عورتیں جو اپنے کو مضبوط اور قابل محسوس کرتی ہیں یہ فیصلہ کر چکی ہیں کہ اگر ان کی قسمت میں بیوی بننا نہیں ہے تو کم از کم وہ ماں تو بن سکتی ہیں

مغربی عورتوں کے برعکس روسی عورتیں اپنے حقوق اور بہتر زندگی کے لیئے فیمنیسٹ قسم کی کوئی تحریک بھی نہیں چلا سکتیں۔ روس کی خواتین کی واحد جماعت سوویٹ ویمن کمیٹی ہے جو بیکار رسمی باتوں میں مشغول رہتی ہے اور مخالف ملکوں کے خلاف سیاسی پروپیگنڈا کرتی رہتی ہے۔ زبانی دعووں کے برخلاف روسی حکومت عورتوں کے حقوق کی علمبردار ہرگز نہیں ہے 1961 سے لے کر اب تک ایک خاتون بھی روسی پولٹ بیورو کی ممبر نہیں بنی۔ پارٹی سیکرٹریوں یا نیشنل وزرا میں کوئی ایک بھی عورت نہیں ہے۔ نئے سوویٹ لیڈر چرنینکو نے آٹھ ہزار الفاظ کی جو تقریر کی اس میں سرے سے عورتوں کے کسی مسئلہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔ پس بظاہر اثر ڈالنے والے اعداد و شمار کے باوجود آئندہ لمبے عرصے تک سوائے کاغذ کے روسی عورتوں کو برابری حاصل نہیں ہو سکتی لے

لے نیوز ویک کے صفحہ ۲۹ پر جہاں یہ مضمون درج ہے۔ دو تصاویر بھی ہیں۔ پہلی تصویر میں دس فیکٹری ورکر خواتین دکھائی گئی ہیں۔ ان میں سے آٹھ خواتین کے سر کے بال بڑے رومالوں۔ سقاف وغیرہ سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ ویسے ایپرن سب نے پہن رکھے ہیں قمیصیں مردوں کی طرح کالر وال ہیں اور اوپر کے بٹن بھی بند ہیں یعنی سینہ یا گلا پاکستانی خواتین کے برعکس عریاں نہیں ہے۔ یعنی روسی خواتین میں کم از کم ظاہری حیا اور ستر پوشی پاکستانی نام نہاد مسلمان خواتین سے کہیں زیادہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روس میں طویل سفر کے بعد صحافیوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام THE R... ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور سے عورتوں کو کم درجہ کی نوکریاں دی جاتی ہیں۔ اور سخت کام لیے جاتے ہیں دکھاوے کے لیے چند بڑی جگہیں بھی عورتوں کو دی جاتی ہیں لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔

HE... SMITH لکھتے ہیں:

"روس میں ابھی تک عورتوں کی حیثیت دوسرے درجہ کی ہے۔ اگر آبادی کے کسی بڑے حصے کا استحصال ہوا ہے تو وہ عورتوں کا ہوا ہے ابھی تک عورتیں کم تنخواہ پر کمر توڑ کام کرتی ہیں جو ان کو ہاتھوں سے کرنا پڑتا ہے۔ گندے اور محنت کے کام ان کے سپرد کیے جاتے ہیں۔

یہ عورتیں دوہرا بوجھ اٹھاتی ہیں یعنی ملازمت کے دوران سخت دہرا کام کرتی ہیں پھر اس کے علاوہ گھریلو سب کام بھی کرتی ہیں جن کو لینن نے گھریلو غلامی کا نام دیا تھا ایک روسی عورت نے امریکن عورت کو کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ میرے لڑکی نہ ہو بلکہ لڑکا پیدا ہو کیونکہ اس کی زندگی زیادہ آرام سے گزرے گی۔

ماسکو چھوڑنے سے پہلے مجھے ایک عورت نے روسی محاوروں کی کتاب دی جن سے روسی مردوں کی سوچ کا اندازہ ہو سکتا ہے محاورہ یہ تھا کہ بیوی جگ نہیں ہے۔ اگر اس کی

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا۔

دوسری تصویر انٹرنیشنل خواتین کے دن منانے کی ہے۔ آگے ایک خاتون اور ایک مرد ہے۔ پیچھے دو مرد ہیں۔ ان کے پیچھے دو خواتین ان کے پیچھے پھر دو مرد ہیں گویا خواتین کی انجمنوں میں بھی کنٹرول سارا مردوں کا ہی ہے۔ عورتوں کی حیثیت برائے نام ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھوڑی سی پٹائی کر دو گے تو وہ ٹوٹ نہیں جائے گی۔ دوسرا محاورہ یہ تھا کہ کتا عورت سے زیادہ عقلمند ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے مالک پر بھونکتا نہیں ہے۔ ملازمت پیشہ عورتیں آج بھی خاوندوں کی شراب نوشی اور بیویوں پر تشدد کو معمول سمجھتی ہیں ایک مغربی سفارت خانے کے افسر کی بیوی نے مجھے بتایا کہ اس کی روسی نوکرانی نے اس سے اس کے خاوند کے متعلق سوال کیا؟ جب اسے پتہ چلا کہ اس کا خاوند شراب کے نشہ میں اکثر اس کی پٹائی نہیں کرتا تو اس نے روسی فیصلہ سنا دیا کہ پھر تمہارا خاوند صحیح معنوں میں مرد ہی نہیں ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ روس میں ایک تعلیم یافتہ شادی شدہ جوان نے مجھے ایک لطیفہ سنایا جس سے روسی ذہن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک سائینس دان مختلف قومیتوں کے دو مردوں اور ایک عورت کو اکیلے جزیروں میں چھوڑ دیا۔ کئی ماہ بعد جب سائنس دان اس جزیرہ میں گیا جہاں اس نے اسپینی لوگوں کو چھوڑا تھا۔ تو دیکھا کہ عورت اکیلی موجود تھی۔ اس نے پوچھا کہ دونوں مرد کہاں ہیں۔ وہ بولی کہ دونوں نے میرے اوپر ڈوئل لڑی اور ایک دوسرے کو گولی مار کر ختم کر دیا۔ پھر وہ انگریزوں کے جزیرہ میں گیا۔ وہاں تینوں دور دور ویسے ہی موجود تھے جہاں وہ چھوڑ گیا تھا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ تم نے ہمارا صحیح معنوں میں تعارف نہیں کرایا تھا۔ پھر وہ فرانسیسیوں کے جزیرے میں گیا تو دیکھا کہ ایک مرد باغ میں پانی دے رہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ باقی کہاں ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تین ماہ وہ لڑکی کا عاشق بنا رہا تین ماہ میں بنا رہا اب اس کی باری ہے۔ اور وہ گھوم پھر رہے ہیں اور میں کام کر رہا ہوں۔ پھر وہ روسیوں کے جزیرے میں گیا تو دیکھا دونوں مرد میز پر بیٹھے سوڈا پی رہے ہیں۔ اور خشک بور کرنے والی تقریریں کر رہے ہیں۔ سائنس دان نے پوچھا کہ عورت کہاں ہے تو ایک مرد بولا:

کون؟ عوام؟ (وہ کھیت پر کام کر رہے ہیں؟)

روسی لوگ یہ سن کر بہت حیران ہوتے ہیں کہ امریکہ میں بہت سے ایسے خاندان ہیں جن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پرورش صرف مردوں کی کمائی سے ہوسکتی ہے۔ دراصل روس میں تنخواہیں اتنی کم ہیں کہ میاں بیوی دونوں کو کام کرنا پڑتا ہے...... انقلاب کے بعد عورتوں کا مرتبہ بڑھا دیا گیا۔ لیکن اسکا مطلب محض یہ تھا کہ عورتیں بھی وہی بھاری کام کرسکتی ہیں جو مرد کرتے ہیں۔ لیکن اکثر عورتیں چاہتی ہیں کہ وہ ملازمت نہ کریں بلکہ پردہ کریں بچوں کی پرورش کریں......

حقیقت یہ ہے کہ روس میں سب حکم مرد چلاتے ہیں.........

روس کی پولٹ بیورو جو دراصل حکومت کرتی ہے۔ اس کے ۱۵ ممبر ہیں تمام اہم باتوں کے فیصلے بھی کونسل کرتی ہے۔ لیکن اس کی ممبر کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے۔ مزید پارٹی سکیریٹیریٹ جو روزمرہ کے کام چلاتی ہے جس میں نو نیشنل سیکریٹری ہوتے ہیں۔ ان نو میں سے کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے۔ پارٹی کی جو سنٹرل کمیٹی ہے جس کے ۲۴۱ ممبر ہوتے ہیں ان میں سے صرف آدھی درجن عورتیں ہیں۔ اس کمیٹی میں عورتوں کا تناسب کانگرس میں تناسب سے بھی کم ہے۔ اس معاملے میں امریکہ کی طرح سوویٹ یونین بھی بعض دوسرے ممالک سے پیچھے ہے مثلاً بھارت۔ اسرائیل۔ لنکا اور انگلینڈ جہاں کہ عورتیں بھی سربراہ ہیں یا رہ چکی ہیں سوویٹ حکومت کی تقریباً ۶۰ سالہ حکومت کے دوران صرف ایک عورت فرٹ سیوا پولٹ بیورو کی ممبر بنی جو کہ خروشیف کی منظور نظر تھی۔ پھر اس کا درجہ گھٹا دیا گیا۔ اور کیبنیٹ کی ممبر بنا دی گئی جہاں وہ ۱۹۶۰ سے ۱۹۷۴ تک واحد عورت کے طور پہ کام کرتی رہی...... عورتوں کے بین الاقوامی سال یعنی ۱۹۷۵ میں جو سوویٹ کمیشن بنایا گیا اس کی سربراہ کسی عورت کے بجائے ایک مرد کو بنایا گیا[1]

نتیجہ یہ ہے کہ حکومت اور نظامت تو مرد چلاتے ہیں اور کام عورتیں کرتی ہیں صنعت میں عورتوں کی تعداد پچاس فیصد ہے لیکن دس میں سے نو پلانٹ منیجر مرد ہیں۔ سائنسی شعبوں میں بھی تقریباً آدھی عورتیں کام کرتی ہیں لیکن سینئر پروفیسر یا اکیڈیمی ممبر صرف دس فیصد

---

[1] محولہ بالا ص ۱۷۸۔ یا للعجب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عورتیں ہیں۔۔۔۔۔۔ کھیتی باڑی میں کم تنخواہ غیر تربیت یافتہ ملازمتیں عورتیں کرتی ہیں۔ جبکہ مرد مشنیری وغیرہ پر کام کرتے ہیں اور زیادہ تنخواہ پاتے ہیں۔ لہ

اگر عورتیں بہتر نوکریاں حاصل بھی کر لیتی ہیں تو وہ دوہرے معیار کی شکایت کرتی ہیں۔

ایک خاتون جس کی عمر تیس۔ چالیس کے درمیان تھی۔ اس نے ہمیں بتایا وہ جس جگہ کام کرتی تھی وہاں دس آرکیٹیکٹ کام کرتے تھے۔ لیکن اس محکمہ کا افسر مرد تھا۔ جو محض درمیانہ درجہ کی علمیت رکھتا تھا۔ کچھ عورتیں بھی درمیانہ درجہ کی تھیں لیکن کئی عورتیں بہت ذہین اور قابل تھیں۔ انصاف کی رو سے ان عورتوں میں سے کسی کو اس مقام کا افسر ہونا چاہیئے تھا۔ اس افسر سے لوگ ناراض رہتے تھے۔ کیونکہ وہ ذہین نہ تھا۔ اور وہ اچھی آراء مسترد کر دیتا تھا۔ اور کہتا کہ تم تو صرف عورتوں کا ایک جتھہ ہو جس کے نظریات احمقانہ ہیں۔ اس وجہ سے اس سے بحث کرنا ناممکن تھا۔ اگر کوئی کہتا کہ ڈیزائن سے جنس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو وہ کہتا کہ اس نے ڈرافٹ کو اعلےٰ افسروں سے پاس کرانا ہے جو سب کے سب مرد ہیں۔ اس دلیل سے وہ اصرار کرتا کہ ہم اس کام کو از سر نو کریں اور اس سے ہم کو بڑی کوفت ہوتی۔

ایک عورت نے کہا جو ساری گفتگو سن رہی تھی کہ عورتیں اس کو پسند نہیں کرتیں لیکن ہمیں ان حالات کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ ہم اس کے خلاف کچھ کر بھی تو نہیں سکتیں۔ مزید وہ کہنے لگی کہ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ مرد اپنی ملازمتوں کے کام کو زیادہ سنجیدہ طور پر کرتے ہیں کیونکہ عورتوں کی مانند ان کو بچوں اور گھر کے کام کاج کا فکر نہیں ہوتا اور نہ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے ان کی نوکری میں کوئی وقفہ آتا ہے۔ مردوں کو ہر حال میں اعلےٰ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ خاتون اس پر بھی ناراض تھیں کہ پرائیویٹ زندگی میں بھی دوہرا معیار قائم رہتا ہے۔ مرد تو دوسری عورتوں کے ساتھ گڑبڑ کر سکتا ہے۔ شراب پی سکتا ہے۔ بلکہ اپنی نوکری کے معاملہ میں بھی بے پرواہی برت سکتا ہے۔ لیکن مرد کو عام طور سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن عورت اگر یہی چیزیں کرے تو اس پر تنقید شروع ہو جاتی ہے۔ کہ وہ شادی یا کام کے

لہ محولہ بالا ص ۷۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ [۱]

مصنف لکھتے ہیں کہ ایک روسی سکول ٹیچر نے مجھ سے کڑوے لہجہ میں کہا کہ روس میں عورتیں کتوں کا کام کرتی ہیں۔ وہ گندے اور تھوڑی تنخواہ والے کام جو امریکہ میں کالے حبشی وغیرہ سرانجام دیتے ہیں۔ مغرب کے لوگ جب روس میں آتے ہیں۔ تو عورتوں کو سڑکوں پر پتھر توڑتے دیکھتے ہیں اور پتھروں کو بیلچوں سے اٹھا اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالتے دیکھتے ہیں (جبکہ مرد ٹرک ڈرائیور ان کو تکتا رہتا ہے) پھر عورتوں کو کدالیں استعمال کرتے سڑکیں صاف کرتے دیکھتے ہیں۔ سردیوں میں سڑکوں پر عورتیں برف توڑتی ہیں اور سڑکوں سے برف ہٹاتی ہیں۔ بلڈنگوں پر سخت سردی میں رنگ بھی عورتیں کرتی ہیں سائبیریا کی ریل گاڑیوں میں کوئلہ بھی عورتیں لادتی ہیں Solzhenitsyn (نوبل انعام یافتہ ناول نگار) نے جلا وطن ہونے سے پہلے ایک کھلے خط میں حکومت سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص شرم محسوس کئے بغیر اور ہمدردی محسوس کئے بغیر رہ سکتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ہماری عورتیں پتھروں سے بھری ہوئی ہاتھ گاڑیاں سڑک بنانے کے لیے کھینچ کر لے جا رہی ہیں"......

سوویٹ عورتیں محسوس کرتی ہیں کہ وہ دو جگہوں پر گردی رکھی ہوئی ہیں۔ اول ملازمت میں اور دوئم خاندان میں۔ کیونکہ وہ بیک وقت دونوں جگہ کامیاب نہیں ہو سکتیں اس وجہ سے وہ بقول ایک روسی مصنف کے ہر وقت اسی طرح دوڑتی رہتی ہیں جیسے کہ جھنگر بند پنجرہ میں چاروں طرف بے تحاشہ بھاگتے رہتے ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں کہ ماسکو میں ایک دوست نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ سرمایہ دارانہ معاشرہ میں عورت آزاد نہیں ہے کیونکہ اسے کام کرنے کے مواقع حاصل نہیں ہیں انہیں گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ بازار سے سودا لانا پڑتا ہے۔ کھانا پکانا پڑتا ہے۔ گھرداری اور بچوں کی پرورش کرنا پڑتی ہے لیکن سوشلسٹ نظام میں عورتیں آزاد ہیں کہ وہ سارا دن ملازمت کے دوران کام کریں۔ [۲] پھر گھر جائیں۔ بازار سے

---

[۱] محولہ بالا ص ۱۸۰

[۲] فیکٹریوں میں تقریباً آٹھ گھنٹے یا زیادہ کام کرنا پڑتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سودا لائیں۔ کھانا پکائیں۔ گھرداری کریں اور بچوں کی پرورش بھی کریں۔ ادلگا ایک خاتون ہے جو ایک سائنسی ادارے میں فل ٹائم جاب کرتی ہے۔ اس کے دو چھوٹے بچے ہیں دادی یا خاوند جو خود بھی ایک سائنس دان ہے ان سے اسے کوئی مدد نہیں ملتی۔ وہ ہمیشہ لیٹ پہنچتی ہے۔ وقت پر پہنچنے کے لیے بھاگتی رہتی ہے۔ ہمیشہ تھکی رہتی ہے۔ کنگھی کیے بغیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنے لیے کبھی کوئی فرصت نہیں ملتی اور اسے نوکری کے چھوٹ جانے کا خوف بھی لگا رہتا ہے وہ کہتی ہے کہ میری زندگی ہر دم فکر اور خوف کی زندگی ہے۔ ؎۱ ..... روس میں برتھ کنٹرول کا واحد طریقہ اسقاط حمل ہے۔ جسے سٹالن نے خلاف قانون قرار دے دیا تھا۔ لیکن ۱۹۵۵ سے اسے قانونی طور سے جائز کر دیا گیا ہے۔ تقریباً ہر سال ۲ لاکھ اسقاط حمل کیے جاتے ہیں ؎۲

مغربی عورت کی حالت زار

سویڈن میں ۱۲ خواتین پارلیمنٹ سے مستعفی

نوائے وقت مورخہ ۴ جنوری ۱۹۸۵ء نے یہ خبر سویڈن کے دارالخلافہ کے حوالے سے چھاپی ہے کہ سویڈن کی پارلیمنٹ کی ۱۲ خواتین نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ بھرپور گھریلو زندگی گزارنے کے لیئے پارلیمنٹ چھوڑ دینگی۔ ان خواتین کے مطابق پارلیمانی ذمہ داریاں

؎۱ محولہ بالا ص ۸۰ تا ۸۲ ؎

؎۲ محولہ بالا صفحہ ۱۸۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری کرنے کے لیے انہیں انتہائی محنت کرنے کے علاوہ کثیر وقت بھی صرف کرنا پڑتا ہے۔ جس سے ان کی گھریلو زندگی متاثر ہوتی ہے۔ ؎۱

اسپین میں دوہرا معیار

نیوز ویک میں ایک تصویر چھپی ہے جس میں عورتیں جھنڈے لہراتے ہوئے احتجاج کر رہی ہیں کہ قانون کے سامنے عورت اور مرد کو برابری ملنی چاہیئے تقریباً ہزار عورتوں نے عدالت کے کمرہ پر دھاوا بول دیا۔ وہ ایک عورت پر شادی شدہ ہونے کے باوجود زناکاری کے الزام میں گرفتاری کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ سپین کے جدید قانون میں زناکاری کے جرم میں صرف عورت کو سزا دی جا سکتی ہے۔ مرد کو سزا دی ہی نہیں دی جا سکتی۔

مخلوط معاشرے کے نتائج

امریکن یونیورسٹی کی ایک غمگین طالبہ نے سائیکو تھیراپیسٹ تھامس کائل کو بتایا کہ میرا تو کوئی بوائے فرینڈ بھی نہیں ہے۔

.... جو لڑکے لڑکیاں کنوارے ہیں ان کے متعلق نہ صرف لوگ بلکہ وہ خود بھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ جنسی طور پر نامکمل ہیں یا شاید ہم جنسی نظریات رکھتے ہیں ؎۲ کنزے کے مطابق

؎۱ گویا یہ بات مغربی دنیا پر بھی واضح ہو رہی ہے کہ قرآن حق ہے اور اس کا عورتوں کو یہ حکم وقرن فی بیوتکن یعنی اپنے گھروں میں ٹھہری رہو بھی حق ہے لیکن افسوس کہ قرآن کی اس آیت کی حقانیت کو ہماری مغرب زدہ نام کی مسلمان خواتین تسلیم کرنے کو تیار نہیں یا در ہے کہ جو عورتیں کھیلوں وغیرہ میں نام پیدا کرتی ہیں وہ مکمل طور سے عورت نہیں ہوتیں۔ اس وجہ سے اب ان کھلاڑیوں کے لیے کرموسوم ٹسٹ ضروری قرار دے دیے ہیں (دیکھئے) ص ۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ میں ۸۲ فیصد شادی شدہ مرد شادی سے پہلے جنسی تجربہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ اور پچاس فیصد عورتیں[1] یونان کا مرد اپنے کو شاذ و نادر ہی استعمال کرتا ہے۔ وہ سارا بھاری کام اور محنت کا تمام گھریلو کام عورت سے کرواتا ہے۔ اس کی بیوی یا بیٹی بیمار بھی ہو تو وہ اس کی مدد نہیں کرتا۔ اپنے لیے مرد نے حکومت کرنے۔ دیکھ بھال کرنے اور مذہب کا کام کرنے کی قسم کے تمام آسان اور ہلکے پھلکے کام لے رکھے ہیں[2]

انگلینڈ کی عورت کی حالت زار

روزنامہ دی لندن ٹائمز اپنے ۲ جون ۱۹۸۳ء کے شمارے میں لکھتا ہے کہ سرکاری محکموں میں اکثر عورتوں کو کام کے دوران جنسی طور سے (Sexually harassed) ہراساں کیا جاتا ہے۔ یہ بات ان لینڈ ریوینیو سٹاف فیڈریشن کی جانب سے کہی گئی۔ ہراساں کرنے میں جنسی آوازے کسنا (Sexual remarks) دیگر ذرائع سے تنگ کرنا بھی رپورٹ کے مطابق شامل ہیں۔ یہ نتیجہ سینکڑوں خواتین کے سروے سے حاصل کیا گیا ہے جن میں اکثریت سیکرٹریوں کی ہے۔ مرسیسائڈ کے علاقے کے سرکاری دفتروں کا سروے کیا گیا۔ فیڈریشن کے اخبار میں جو رپورٹ چھپی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے حقیقت کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ دریافت کیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق کچھ عورتیں اس جنسی تناؤ اور حرکتوں کو روز کا معمول سمجھ کر برداشت کرتی ہیں۔ اور گزارہ کرتی ہیں۔ لیکن عورتوں کی بھاری اکثریت اس سے بہت پریشان اور ناراض ہوتی ہے اور وہ کہتی ہیں کہ ہم ایسی بن جاتی ہیں جیسے ہم نے کچھ دیکھا ہی نہیں یا خاموش رویہ اختیار کر کے اپنے کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں۔

---

[1] مین اینڈ وومن ص ۱۲۹

[2] مین اینڈ وومن: ۱۱۵

[3] محولہ بالا ص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکثر واقعات منتظمین کے علم میں نہیں لائے جاتے کیونکہ یا تو افسر ہی نے حرکت کی ہوتی ہے یا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تمام منتظمین مرد ہیں اور اگر رپورٹ کی بھی گئی تو کوئی شنوائی نہ ہوگی۔ چند عورتوں کو تو یہ بھی خوف ہوتا کہ کہیں الٹا ان ہی کی مشکلات میں اضافہ نہ کر دیا جائے جن عورتوں کا سروے کیا گیا ان میں سے اکثر کی عمر ۱۶ سے ۳۵ سال تک تھی۔ لیکن مسئلہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ زیادہ عمر کی عورتوں نے ہراساں کرنے کے مسئلہ کے حل کے طریقے نکال لئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ بڑی عمر کی عورتوں کو بھی تنگ کیا جاتا ہے۔

۲۳ اگست ۱۹۸۳ کا مذکورہ بالا روزنامہ لکھتا ہے کہ کام کے دوران جنسی طور سے ہراساں کرنے کی وجہ سے خواتین جسمانی اور دماغی بیماریوں میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ ہراساں اس حد تنگ کیا جاتا ہے کہ ان کی ترقی روک دی جاتی ہے۔ بلکہ ان کو ملازمت بھی چھوڑنی پڑ جاتی ہے۔ [illegible] نامی گائیڈ کے مطابق ہراساں کئے جانے کی وجہ سے عورتیں سر درد۔ نفسیاتی عارضوں ہاضمہ کی خرابیوں۔ جی متلانے اور بیماریوں سے قدرتی بچاؤ کے کمزور ہونے کی شکایات میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ یہ گائیڈ بک یونینوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لیں اور اس کے خلاف مہم چلائیں۔ لیکن ٹریڈ یونینوں کے بعض لوگ کہتے ہیں مسئلہ اتنا گمبھیر نہیں ہے بلکہ اسے بڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مسز این گبسن جو ٹی یو سی کی خواتین ایڈوائزری کمیٹی کی سیکریٹری ہیں جس کمیٹی نے یہ گائیڈ تیار کی ہے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ یہ مسئلہ اتنا زیادہ پھیل چکا ہے اور عام ہو چکا ہے کہ ایسا کسی نے سوچا بھی نہ تھا۔

انفرادی واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ صحافی خاتون شام کی شفٹ میں جانے سے خوف زدہ تھی کیونکہ اسے لاکروں کے نزدیک روک لیا جاتا۔ اور گھیر لیا جاتا تھا۔ ایک نوجوان خاتون کو اپرینٹس کا کام اس وجہ سے چھوڑنا پڑا کہ اسے چھیڑا جاتا۔ اور اشارے کنایہ سے اس کے متعلق باتیں کی جاتیں۔ مرد آپس میں جنسی گفتگو کرتے دفتر میں کام کرنے والی خواتین سے ان کے افسر کہتے چھٹی کے بعد ٹھہر جانا یا کہتے چھٹی ان کے ساتھ گزاریں ..... فحش تصویریں لڑکیوں کو دکھائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتیں

وغیرہ وغیرہ ....

...... اکثر خواتین کو ایسی ملازمین نہ سمجھا جاتا جو کہ اپنی روزی کمانے آتی ہیں بلکہ جنسی کشش کی چیزیں سمجھا جاتا۔

لندن ٹائمز جس کے دو حوالے ہم نے دیئے ہیں۔ انگلینڈ کا سب مشہور اور معیاری روزنامہ ہے۔ یہ باقاعدگی سے قائداعظم لائبریری لاہور میں آتا ہے جہاں سے ہم نے مذکورہ بالا حوالے اخذ کیے ہیں۔ یہ روزنامہ مغربی عورتوں کے مسائل پیش کرتا رہتا ہے۔ روزنامہ نوائے وقت بھی کبھی کبھی اخبار کے مضامین شائع کرتا رہتا ہے مثلاً نوائے وقت مورخہ یکم ستمبر ۱۹۸۳ء میں اسی روزنامہ سے امریکی عورتوں کی حالت زار نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"امریکہ کی مظلوم عورتیں"

لندن ۳۱ اگست حال ہی میں کیئے گئے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ساٹھ لاکھ عورتیں ہر سال کسی نہ کسی طرح اپنے شوہروں کے انتقام کا نشانہ بنتی ہیں ٹائمز لندن نے اپنے تازہ شمارے میں امریکی معاشرے کے اس تاریک پہلو سے تفصیل کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر برس دو ہزار سے چار ہزار عورتوں کی اتنی پٹائی ہوتی ہے کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں اپنے شوہروں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے عورتوں نے مخصوص اداروں میں پناہ لینی شروع کر دی ہے گھریلو مسائل اور ظلم کا نشانہ بننے والی ایسی عورتوں کے لئے پناہ گاہوں کا سلسلہ ۱۹۶۴ میں شروع ہوا تھا اور سب سے پہلے پسیاڈینا (کیلی فورنیا) میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک "شیلٹر" وجود میں آیا اب ملک بھر میں ایسے ۸۰۰ ادارے کام کر رہے ہیں ان تمام اداروں میں پناہ لینے والی عورتوں کی بھرمار رہے اور اب صورت حال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت گھر سے آ کر یہاں پناہ حاصل کرنے کی درخواست کرتی ہے تو اسے "ویٹنگ لسٹ" میں نام لکھوانا پڑتا ہے امریکہ کی تنظیم "وائی ڈبلیو سی اے" کے ۲۱۰ شیلٹرز کام کر رہے ہیں ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک اس ادارے نے چھیالیس ہزار ایک سو عورتوں کو پناہ دی اور ۵۰ ہزار عورتوں کو مشاورت کی سہولت بہم پہنچائی۔ اتنی تعداد میں مظلوم عورتوں کی مدد کرنے کے باوجود اس ادارے کی انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ درخواست دینے والی کل عورتوں کی ۲۰ فیصد تعداد کو اپنے ادارے میں پناہ دے سکے ہیں اور ۸۰ فیصد کو انکار کی صورت میں جواب دیا ہے۔

امریکی عورتیں کسی بھی دوسرے یورپی ملک کی عورتوں کی طرح گھریلو سطح پر مار پیٹ اور گھر سے باہر تشدد بے عزتی اور زیادتی کا شکار رہتی ہیں ۱۹۷۸ء میں شائع ہونے والے ایک "پولیس میگزین" کے مطابق پولیس ریکارڈ میں آنے والے زخمیوں کی ۴۰ فیصد تعداد گھریلو تنازعات کا نتیجہ تھی اس طرح کل اموات کا ۲۰ فیصد گھریلو لڑائی جھگڑے کا نتیجہ تھی۔ گھریلو جھگڑوں کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں مردوں کی غیر سماجی سرگرمیاں، عورتوں کی زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل کرنے کی خواہش، بے روزگاری اور دوسری وجوہات شامل ہیں "ٹائم" نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں کئی عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی تفصیلات بھی شائع کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ بعض شوہروں نے اپنی بیویوں پر اتنی کڑی پابندیاں عائد کر دی ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے رو بھی نہیں سکتی ہیں چنانچہ وہ ہفتہ کے بعد تنہائی میں جی بھر کر رو لیتی ہیں امریکہ میں بیویوں کے ساتھ ناروا سلوک کے مرتکب شوہروں کو سزا دینے کے لیے قوانین سخت کر دیئے گئے ہیں۔ اور عورتوں کی بہت سی تنظیمیں بھی میدان عمل میں آ گئی ہیں۔ اسی طرح اگرچہ مظلوم عورتوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے لیکن جرائم کی رفتار میں زیادہ کمی واقع نہیں ہوئی مثال کے طور پر ڈلتھ میں گھریلو مارپیٹ کے جرم میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد ۸۲ فیصد ہے اور ان میں ۲۰ فیصد کو سزا سنائی گئی۔ پھر بھی عورتیں حکومت سے یہی مطالبہ کر رہی ہیں کہ ان کے تحفظ کے لیے مزید اقدامات کیے جائیں بیویوں کے ساتھ بدسلوکی اور گھریلو جھگڑوں کے براہ راست اثرات بچوں پر بھی پڑ رہے ہیں چنانچہ "امریکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویمن ایسوسی ایشن، کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۶ء میں ایسے چار لاکھ تیرہ ہزار مقدمات کا اندراج کیا گیا جن کی بنیاد، بچوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم پر تھی ۱۹۸۱ء میں ایسے مقدمات کی تعداد بڑھ کر آٹھ لاکھ اکاون ہزار ہوگئی اس طرح گھریلو جھگڑے مار پٹائی اور قتل و غارت کے واقعات امریکی معاشرے کا ایک بدنما داغ بن کر رہ گئے ہیں۔

ہندوستانی عورتوں کی حالت زار:

ہندوستان میں جمہوریت بھی مثالی کہی جاتی ہے۔ اور وہاں ابھی حال ہی تک اندرا گاندھی وزیر اعظم رہی ہیں۔ لیکن جو ظلم وہاں عورت کی حکومت اور جمہوریت کے باوجود عورتوں پر ہو رہا ہے۔ شاید اس کی مثال ملنی مشکل ہے ہندوستان میں عورتوں کو بیلوں کی جگہ بھی ہل میں جوت دیا جاتا ہے۔ روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء نے باقاعدہ تصویر چھاپی ہے جس میں دو عورتیں بیلوں کی جگہ ہل میں جتی ہوئی ہیں اور مرد پیچھے سے انہیں ہانک رہا ہے۔ اس تصویر کے نیچے اخبار نے مندرجہ ذیل تحریر لکھی ہے:۔

بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے انتخابی حلقہ میں غربت کی منہ بولتی تصویر جہاں پیٹ پالنے کے لیے غریب کسان اپنے خاندان کی عورتوں کو ہل میں جوتتے ہیں کیونکہ وہ بیل خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

نوائے وقت مورخہ ۱۴ اپریل کی سرخی ملاحظہ ہو۔ جو نئی دہلی کی خبر ہے۔

مندروں میں دیو داسیاں بنانے کا جھانسہ دے کر بھارت کی پانچ لاکھ لڑکیوں کو تجبہ خانوں میں پہنچا دیا گیا۔

ہندوستان میں کم جہیز لانے کی پاداش میں مرد بیویوں کو زندہ جلا دیتے ہیں۔ مثلاً نوائے وقت اور جنگ مورخہ ۸۴۔۰۲۔۵ میں یہ خبر چھپی کہ بھارتی سائنس دان نے جہیز نہ لانے پر بیوی کو زندہ جلا دیا اور سائنس دان کو عمر قید سزا دی گئی۔ پس ثابت ہوا کہ جاہل مرد ہی نہیں بلکہ پڑھے لکھے مرد بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ۳۱ اگست ۱۹۸۳ کے نوائے وقت میں جو مفصل خبر شائع ہوئی وہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ اسلامی نظام کی برتری تمام نظاموں اور مذاہب پر ثابت ہو جائے اخبار بھارتی خواتین کی جہیز کے خلاف مظاہرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ خبر ملاحظہ ہو:۔

"بھارت میں بیویوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات آج بھی عام ہیں"

"۱۸ ماہ کے دوران صرف شہری علاقوں میں ۳۰ عورتوں کو جلا دیا گیا"

"خاوند جہیز کے لالچ میں یکے بعد دیگرے بیویوں کو ہلاک کرتا رہتا ہے"

"شمالی بھارت میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا ہے: اکانومسٹ"

نئی دہلی (ن ر) بھارت میں اس جدید دور میں بھی خاوندوں کی طرف سے بیویوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات میں کوئی فرق نہیں پڑا اور ایسے واقعات عام ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اس لیے جلا دیتا ہے تاکہ وہ دوسری شادی کر کے مزید جہیز حاصل کر سکے بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کے ظلم و ستم سے خود ہی اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر لیتی ہیں۔ ہفت روزہ "اکانومسٹ" کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بھارت میں صرف ۱۹۸۲ء میں چھ سو دس عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا جبکہ ۱۹۸۳ء کی پہلی ششماہی میں دو سو بیس (۲۲۰) ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں لیکن یہ صرف وہ واقعات ہیں۔ جو شہری علاقوں میں رونما ہوئے اور اس طرح پولیس کے علم میں ہیں۔ دیہات میں کتنے مردوں نے اپنی بیویوں کو زندہ جلا دیا یا وہ ان کے ظلم و ستم سے خود اپنی زندگیاں ختم کرنے پر مجبور ہوئیں ان کے بارے میں کوئی اعداد و شمار موجود نہیں تاہم دیہات میں ایسے واقعات کی تعداد متذکرہ تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ اکثر عورتوں کو مٹی کا تیل ڈال کر جلایا جاتا ہے۔ اس طرح مرد پہلی بیوی کو ہلاک کر کے دوسری شادی کے ذریعے مزید جہیز حاصل کر سکتا ہے۔ اکثر بیشتر مجرم قانون کی گرفت سے صاف بچ جاتے ہیں کیونکہ ان کے پڑوسی عدالت میں گواہی نہیں دیتے تاکہ ہمسایوں سے ان کے تعلقات خراب نہ ہوں۔ اس طرح مرد کی طرف سے جہیز کی خاطر ایک کے بعد دوسری بیوی کو جلانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ سسرال والوں سے مختلف اشیا اور نقد رقوم حاصل کرنے کے لیے بھی بیویوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سسرال والے یہ رقوم ادا کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مجبور رہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو گھر لا کر لوگوں کی تضحیک کا نشانہ نہیں بننا چاہتے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے اس طرح بھارت میں عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوتی ہے

اس کے علاوہ لڑکیوں کو ہلاک کرنے کی قدیم دور کی رسم بھی بھارت میں موجود ہے اور شمالی بھارت کے بعض علاقوں میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ بھارت میں آج بھی لڑکیوں پر لڑکوں کو بہت زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ اور خوراک اور علاج کے سلسلے میں لڑکوں کا ہی زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ اس طرح بہت سی لڑکیاں بھوک کی بنا پر اور علاج میسر نہ آنے کی وجہ سے دم توڑ جاتی ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس طرح بھارت میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں مردوں کی نسبت عورتوں کا تناسب ۹۷،۲ فیصد تھا جو ۱۹۸۱ء میں ۹۳،۶۵ فیصد ہو گیا۔

بیویوں کو زندہ جلانے کے خلاف عوام کی طرف سے احتجاج میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور ۱۹۶۱ء سے جہیز کو غیر قانونی قرار دیا جا چکا ہے لیکن یہ قانون بے اثر رہا ہے۔ چنانچہ اس قانون کو سخت بنانے کے لیے ایک نیا مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے جس کے تحت بیویوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔ اس مسودہ قانون کے تحت پولیس کسی ایسے واقعہ پر کوئی شکایت موصول ہونے سے قبل از خود ہی کارروائی کرنے کی مجاز ہو گی اور کسی ایسے مرد کو جس کے تشدد کی وجہ سے اس کی بیوی خودکشی کرنے پر مجبور ہو بھاری جرمانے کیے جائیں گے اور دیگر سزائیں دی جا سکیں گی۔ اگر کوئی عورت اپنی شادی کے سات سال بعد تک مشکوک حالات میں مر جائے گی تو اس کا پوسٹمارٹم لازمی ہو گا۔ خیال رہے کہ بھارت ہی میں خواتین نے جہیز کے خلاف زبردست مظاہرے کیے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

The Plight of Soviet Women

On the surface, at least, the Soviet Union could be seen as a feminist haven. The country's Constitution guarantees equal rights for men and women. Day care for children is widely available and free; so is abortion. Women outnumber men in colleges and technical schools, and 70 percent of all doctors in the country are female. During the annual International Women's Day festivities in Moscow last month, Raisa Dementyeva, deputy chairman of the Moscow City Soviet, declared that Russian women are "full and equal partners in the creative labor of our people. Great and responsible is their role today."

But equal rights and social services have done little to raise male consciousness in Russia. Nor have they assured Soviet women happy lives. To the contrary, certain powerful, prestigious jobs, especially in government, are still open only to men, while women are clustered in traditionally female occupations such as school teaching. Most wives get little help from their husbands in raising children and doing housework. Divorce is widespread, largely due to the high rate of alcoholism among Soviet men. Many women are finding it difficult to find suitable husbands, and out of frustration some are simply giving up the search entirely.

Long Lines: One of the biggest problems that Soviet women face is the "double burden" of holding down a full-time job and caring for a household. For many, a typical day begins with an early-morning bus ride to the office, and includes standing in long lines at lunchtime for the daily shopping. After work, there is more queuing for shopping. Then dinner must be prepared, the children put to bed, the house cleaned. Few husbands pitch in to help with these chores. According to a recent Soviet government report, the average wife spends 34 hours a week in work around the home, while her husband puts in just six.

Russian men's drinking habits are a prime source of domestic discord. The Russian urban divorce rate approaches 50 percent, and a recent article in the journal Sociological Research concluded that drinking was the chief cause of nearly half of these breakups. Male drunks are so common that many women refuse to date at all. "Drunks are a major problem," says an unmarried 24-year-old Muscovite named Lena. "I have an apartment. I can look after myself. Why should I get married to someone who will drink?"

Independent-minded young women have become increasingly outspoken of late. The newspaper Sovetskaya Rossia recently heralded the advent of a new class of "educated, energetic, sociable and self-sufficient" career women. The common complaint of these women was that they could not find men they considered their equals. The newspaper extensively quoted a woman named Galya, a university language teacher and published author, who has her own car and apartment. "Everyone tells me how lucky I am," Galya sighed. "But there's no way I can get married. There isn't anyone for me."

Shortage: Success may be the biggest problem facing women like Galya. About 60 percent of the college-trained professionals in the Soviet Union are females; one result is that educated women automatical-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ly confront a shortage when looking for husbands with similar intellectual abilities. Since the workplace *kollektiv* is also a basic unit of Russian social life, women's options for meeting men are further limited. And the generally dingy and dirty Soviet bars and cafés provide little in the way of alternative meeting places.

An increasing number of women have abandoned hope of finding husbands—but they are determined not to forsake motherhood. In a recent letter to Sovetskaya Rossia, V. Terekhova, an unmarried factory engineer from the Ukraine, wrote that she and her female colleagues were "of marriageable age" but could find "no princes, no knights." "Many women," she said, "feeling themselves strong and capable . . . are deciding to have a child without a husband. If they're not fated to be wives, at least they can be mothers."

Unlike their Western counterparts, Soviet women have no feminist groups that might help them agitate for better lives. The country's only women's organization is the Soviet Women's Committee, which busies itself with mostly meaningless rituals such as International Women's Day and aids the party propaganda apparatus in condemning the deployment of U.S. missiles in Europe. And despite its declarations, the government is no champion for women to turn to. There has not been a woman in the Politburo since 1961. None of the party secretaries or national ministers are women. The new Soviet leader, Konstantin Chernenko, delivered an 8,000-word speech on the party's ideological program last year without once mentioning women's issues. So despite some impressive statistics, that kind of attitude makes it doubtful that Soviet women will be equal to men on anything but paper for a long time.

JACOB YOUNG with ROBERT B. CULLEN in Moscow and PETER McKILLOP in New York

NEWSWEEK/APRIL 16, 1984

Sex and the uncivil servant

Most women employed in government departments are likely to face sexual harassment at work, according to a report by the Inland Revenue Staff Federation.

The harassment includes sexual remarks, teasing to physical contact and "touching, brushing and grabbing", the report says.

The findings are the result of a survey of hundreds of women, mostly secretaries in government offices in Merseyside.

The report, in the federation's newspaper, Assessment, concludes: "The survey team were surprised by their findings and felt that they had only discovered the tip of the iceberg."

The report says: "Some women consider sexual tensions to be the norm and accept that they have to learn to cope with them.

"But a substantial majority considered sexual advances at work offensive. None thought that women asked for it".

Most were embarrassed or angered by the experience and said that they protected themselves by pretending not to notice or by adopting a "cool" manner.

Most incidents were not reported to the management "either because a superior officer was the offender or because all the managements were male and it was felt the case would not be taken seriously. A few feared repercussions."

Most of those surveyed were aged 16 to 35 but the problem is wider, the report says. "Older women seemed to have worked out ways of dealing with harassment but the annoyance was still obvious."

● Survey rejected: Lady Young (above), former Lord Privy Seal, said in March that sexual harassment of women in Government offices had not reached the stage where official action was needed.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Sexual harassment causes physical and mental illness, TUC report says

By Amanda Haigh

Sexual harassment at work is causing women physical and mental illness, lost promotion, forcing them to leave their jobs, and even resulting in their dismissal, according to a TUC guide published today.

The guide, *Sexual Harassment at Work*, says that the stress caused by sexual harassment has been linked to depression and physical illness such as cystitis, headaches, digestive problems, nausea, general physical disability, and lack of resistance to infection.

It urges unions to take issue seriously and join in a campaign to combat it. Many trade unionists had not yet recognized sexual harassment as a serious problem and still regarded it as a "fuss about nothing", the guide says.

Mrs Anne Gibson, secretary of the TUC's women's advisory committee, which complied the guide as a result of a TUC's women's conference mandate, said: "This problem is much more widespread than anybody had thought".

"Individual cases include: a journalist who dreaded going in for the evening shift because of constant unwanted touching and being stopped and trapped in the locker area; young women who had to drop out of an apprentice scheme for electricians because of the constant touching, ribbing, innuendos, and sex talk among the men; and office workers whose bosses suggest they might like to stay behind after work or spend a weekend with them."

No precise figures were available, but the harassment of women occurred across the whole spectrum of employment, in both blue and white-collar jobs, she said.

The guide includes the kind of behaviour that must not be tolerated in future: leering, ridicule, embarrassing remarks or jokes, unwlecome comments about dress or appearance, deliberate abuse, the offensive use of pin-ups, pornographic pictures, repeated unwanted physical contact, demands for sexual favours, and physical assaults on workers. Unions would not support members sexually harassing other workers.

The TUC recommends that unions should include a clause in agreements negotiated with employers that would treat sexual harassment as a form of discrimination and would set up speedy and confidential grievance procedures for the victims of such behaviour.

Although the victims of sexual harassment are usually women, the guide emphasizes that it is also applicable to men.

The employers' organization, the CBI, said it would not comment on the proposals before seeing the guide.

The guide calls on individual male trade unionists to examine their behaviour towards female colleagues and make sure that any actions that they may regard as "near the knuckle" but "only good clean fun" do not constitute sexual harassment.

Victims are asked to keep notes of each incident and inform union representatives immediately. The harasser should be warned that legal action could be taken against him.

The guide adds: "Too often women workers are seen in terms of their family caring roles, or as sexually attractive objects, and not as workers attempting to earn their living.

Sexual Harassment at Work, (Publications Dept, TUC, Great Russell Street, London WC1B 3LS; 15p).

The Times Tuesday August 23 1983.

© rasailojaraid.com